چچا چھکن
افسانہ
نورین خان

افسانہ

چچا چھکن

تحریر

نورین خان

چچا چکن اپنے ہوٹل میں بیٹھا مزے سے گنگنا رہا تھا۔۔۔۔۔

گرم گرم چائے چولہے پے چڑھائی ہوئی تھی اور اس میں گاوں کا گاڑھا گاڑھا خالص دودھ بھر بھر کے ڈال رہا تھا۔۔

سامنے سے آتے ہوئے شاھد نے کہا ارے چاچا کیوں دودھ کا دشمن بنا ہوا ہے تھوڑا کم ڈالو مہنگائی عروج پر ہے۔۔

ارے نہیں پتر۔۔ایسا نہیں بولتے رب سوہنڑے کا بڑا کرم ہے ساڈھے تے ،اور بھلا اس دودھ کی کمی بیشی سے نا میں امیر بن جاونگا اور نا غریب پھر کنجوسی کس لئے۔۔۔

شاھد حسب معمول پورے علاقے کا چکر لگانے کے بعد چچا چکن کی دوکان پر آیا۔۔

یہ پاکستان کا ایک چھوٹا سا گاوں چارسدہ تھا جو کہ ھشنگر خیبر پختون خواہ میں واقع تھا یہاں کے لوگ غریب نادار اور بے روزگار تھے۔بس گزر بسر کے لئے گاوں میں زمینوں پر کھیتی باڑی کرتے تھے اس سے زندگی اچھی گزر رہی تھی کیونکہ چارسدہ کی زمین انتہائی زرخیز اور پھل، پھول، سبزیوں کی پیداوار کے حوالے سے کافی مشہور تھی۔یہاں کے لوگ جفاکش ،محنتی اور بڑے ہی مہمان نواز اور پناہ دینے والوں میں مشہور ہیں۔۔۔

یہاں کی روایات میں جرگہ، جماعت، بڑوں کی بات ماننا اور اپنی ثقافت پے فخر کرنا عام سے بات ہے۔۔۔

چچا چکن شاھد سے مخاطب ہوئے پتر چائے پیئے گا؟ابھی ابھی امام صاحب کے لئے بنائی ہے۔

چاچا امام صاحب نظر نہیں آرہے؟

ہوٹل کے پیچھے بیٹھے ہے دریا کے کنارے۔۔۔

سلام امام صاحب ۔۔۔میں ہوں شاھد شامو موچی کا بیٹا۔۔۔

وعلیکم السلام بیٹا جیتے رہو۔اچھا تم ہو شمس الدین کے بیٹے۔

بیٹا مسجد میں شام کو ختم القرآن ہے اپنے دوستوں کو بھی اطلاع دے دینا اور وقت پر پہنچ جانا۔۔

بہتر امام صاحب ضرور ضرور۔۔۔

شاھد امام مسجد کے سامنے چائے کا ٹرے رکھ کے چلا گیا۔۔۔

چاچا چکن کپڑے سے کرسیوں کی صفائی کر رہے تھے۔اچانک علی بھی آگئے ارے شاھد کہاں ہو؟صبح سے تمھیں ڈھونڈ رہا ہوں؟

کیوں کیا ہوا علی؟

کیا اپنے گاوں میں سیلاب آ گیا؟

زلزلہ آ گیا۔۔

یا قیامت آ گئی۔۔۔

علی مسکراتے ہوئے یار قیامت ابھی نہیں آئی قیامت تب آئی گی جب اپنا جگر ندیم یہاں آئے گا۔۔۔

ندیم بھی یہاں آنے والا ہے راستے میں اسکے گھر منوں کو پیغام دے کر بھیجا ہے۔۔۔

شاھد، علی اور ندیم بچپن کے جگری دوست تھے اور انکا دوستانہ پورے گاوں میں مشہور تھا۔ یہ تین جان ایک قلب تھے۔

شاھد اور علی وہ دیکھو تم لوگوں کا یار آ رہا ہے اسکے ہاتھ میں کوئی لفافہ بھی ہے شائد۔۔۔

خوشامدید سلام۔۔۔جلدی لاو ندیم کیا لائے ہو؟

کریم کاکا کے دوکان سے گرم گرم جلیبیاں لایا ہوں۔ لو سب کھاو۔۔ چچا چھکن آپ بھی کھاو۔۔۔

ارے نہیں بیٹا مجھے گاوں کے ڈاکٹر نے میٹھا کھانے سے منع کیا ہے۔۔۔

میں تم لوگوں کے لئے چائے لاتا ہوں۔۔۔

یار ندیم تم کہاں تھے اتنی دیر لگا دی ہم کب سے یہاں تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔

یار علی تمھیں تو پتہ ہے میں صبح گیارہ بجے تک گاوں کے چھوٹے بچوں کو پڑھاتا ہوں۔۔۔

تم تو جانتے ہو مجھے تعلیم میں کتنی دلچپسی ہے۔

یار شاھد یہ اپنا ندیم تو پورا کتابی کیڑا ہے۔۔۔

ویسے ندیم ہمارے گاوں میں رکھا کیا ہے؟

ہم تینوں نے بھی بمشکل میٹرک پاس کیا اسی سال اور ہمارا اسکول دس میل دور تھا پیدل چلتے چلتے پیروں میں چھالے پڑ جاتے۔۔

اور تمھیں یاد ہے شاھد ہمارے ماسٹر قدیم خان کس قدر جلاد آدمی تھے اللہ معافی میں نے ماسٹر جی سے بڑی مار کھائی ہے۔۔

چچا چھکن۔۔ پتر ایسے نہیں بولتے وہ تمھارے ماسٹر جی ہے اور انکی محنت اور لگن کی وجہ سے یہ اپنا شاھد پشاور بورڈ میں اول نمبر پر آیا ہے۔۔

ندیم منہ بناتے ہوئے۔۔۔اور میں پورے صوبے میں تیسرے نمبر پر۔۔

علی بولا ہاں چاچا ہم نے بڑی مشکل سے پڑھا ہے ورنہ دھوبی کا بیٹا اور وہ بھی میٹرک پاس۔۔۔

ہاں ہاں چاچا چھکن اب تو علی کے لئے گاوں کی لڑکیوں کی رشتوں کی قطار لگ گئی ہے۔۔

چپ چپ۔۔۔۔علی بولا۔۔۔

چاچا چھکن بولا ہاں بیٹا ہمارے گاوں میں سکول نہیں ہے کالج نہیں ہے یونیورسٹی تو دور کی بات ہے۔البتہ جو تم لوگوں کا سکول ہے وہ بھی گاوں کے بڑے خان عبدالرحیم خان کے بیٹے رشید خان کا اللہ بھلا کریں اپنی ذاتی زمین پر لڑکوں کا سکول کھولا ہوا ہے اور سرکار سے زمین کی قیمت بھی نہیں لی۔۔

چاچا چھکن ہمارے گاوں کے یہ خان کیا بہت پہلے سے یہاں آباد ہیں؟

ہاں بیٹا یہ خان لوگ اس علاقے کے با اثر اور با عزت لوگ ہیں یہ 1947ء سے بھی پہلے یہاں آباد تھے انکے بزرگوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں بھی حصہ لیا اور انگریزوں سے لڑتے رہے اب تو وہ بزرگان ختم ہو گئے مگر یہ انکی نسل یہاں صدیوں سے آباد ہے۔۔۔

چاچا ماسٹر قدیم کا سکول بھی کیا اسکول تھا کرسی نا بینچ؟

چاچا چھکن ہمارے ملک پاکستان میں بھی دو قسم کے کلچر ہیں۔ہندوستان میں بھی ہیں، یہاں پاکستان میں بھی ہیں۔

ایک کو ہم سول لائین کلچر کہتے ہیں۔

اور دوسرے کو ہم عوامی کلچر کہتے ہیں۔

اب میں ایک طرح سے یہ کہوں گا کہ انگریزی میں Polerisation کا لفظ استعمال کروں گا۔یہ ایک قسم کا کلچر پیدا ہو چکا ہے کہ لوگ انگریزی سکولوں میں اپنے بچے بھیج رہے ہیں۔اب وہ بچے برگر بچے یعنی ممی ڈیڈی کے تہذیب کے نمائندے بن رہے ہیں۔

دوسرے عام بچے ہیں۔۔

یعنی میں ندیم اور شاھد۔۔

بھیج میں مت ٹوکو علی۔ندیم کو بات پوری کرنے دو۔ہاں تو پتر اور۔۔۔۔

جی چاچا۔اس سے ہمارے معاشرے کے اندر وہ جس کی آپ بات کرتے ہیں استحصال کی، وہ ایک بہت کلچر سطح پر ایک، دو یا تین قومیں یا چار پانچ قومیں بنتی ہیں زبان کے لحاظ سے۔یہ جو ہے یعنی ایک ہی گھر پاکستان میں رہتے ہوئے ہم آہنگی نہیں ہے۔کیوں یار شاھد؟

بھیج میں مت ٹوکو علی ۔ندیم کو بات پوری کرنے دو۔ہاں تو پتر اور۔۔۔۔

جی چاچا۔اس سے ہمارے معاشرے کے اندر وہ جس کی آپ بات کرتے ہیں استحصال کی ،وہ ایک بہت کلچر سطح پر ایک ،دو یا تین قو میں یا چار پانچ قو میں بنتی ہیں زبان کے لحاظ سے۔یہ جو ہے یعنی ایک ہی گھر پاکستان میں رہتے ہوئے ہم آہنگی نہیں ہے۔کیوں یار شاھد؟

ہاں یار یہ مسئلہ ہمارے ہاں موجود ہے۔ہم بیک وقت دو طرح کی ذہنیتوں کو جنم دے رہے ہیں۔

علی بولنے لگا ہاں چاچا چھکن یہ فرق عجیب فرق ہے۔اب مثال کے طور پر آپ ہمیں ہی لے لیجیے ہم یہاں دیہات میں پڑھتے ہیں۔دیہات میں ہمارے ہاں جو بچے بیٹھتے ہیں وہ چٹائیوں پر بیٹھتے ہیں،اور میلے کچیلے کپڑے پہنتے ہیں۔یہاں سے جب ہم شہر جاتے ہیں تو وہ با قاعدہ ٹائی سوٹ میں اور کاروں میں آتے ہیں۔

اب یہ جو فرق آ رہا ہے یہ یہاں پاکستان میں بھی آ رہا ہے اور وہاں پڑوس ہندوستان میں بھی آ رہا ہے۔

دیکھو شاھد پتر اب یہ تو موجودہ سرکار اور حکومتوں کو چاہئے کہ اسکا کچھ انجام اور بندوبست کریں۔تب ہی ایک یونیفارم کا معاشرہ عمل میں آئے گا۔ورنہ یہ فرق چلتا رہے گا۔

اسلام علیکم چاچا چھکن کیا حال چال ہے؟

وعلیکم السلام ملک صاحب۔۔۔

چاچا گرم گرم چائے فوراً حاضر کریں۔بہت تھک گیا ہوں صبح سے گاوں کے خان کے حجرے میں کام کر رہا تھا فلاں زمین کی یہ فصل ہوئی ہے فلاں چودھری کو قرضہ دینا ہے قسم سے حساب کتاب کر کے دماغ سن ہو گیا ہے۔۔۔

شاھد منہ بسور کے بولا۔۔

ایک تو یہ ہمارے گاوں کے ملک لوگ بھی کچھ کم کام چور نہیں اور کچھ زیادہ ہی کاہل واقع ہوئے ہیں اوپر سے یہ منشی جی۔۔۔

کیا کہا موچی کے لونڈے؟

کچھ نہیں منشی جی میں نے کہا ہمارے علاقے کے ملک لوگ بہت کام کرتے ہیں۔۔۔

ہاہاہاہاں یہ تو ہے یہ دیکھو آج نیا سوٹ پہنا ہے میں نے؟

اور یہ دیکھو راڈو گھڑی پہنی ہے راڈو گھڑی۔۔۔اور میں نے گاڑی بھی لی ہے۔۔۔

توبہ ہے کس قدر ندیدہ ہے علی دل میں بولا۔
منشی کا کا یہ گھڑی کہاں سے آئی۔۔
یہ تو اپنے چھوٹے خان ابراہیم خان نے مجھے گپٹ دی ہے گپٹ۔۔۔
کا کا گپٹ نہیں گفٹ، تحفہ، ہدیہ۔
اصل میں تو خیرات ہی ہے شاھد چپ کے ہسنے لگا۔
منشی بڑے فخر سے بولا ہم تو اپنے گاوں کے خان لوگوں کے نوکر ہے۔
برسوں سے ملک خاندان نے انکا نمک کھایا ہے اگر چھوٹے سرکار نے مجھے لاکھوں کی گھڑی دی تو کیا ہرج ہے؟
یہ لیجئے ملک صاحب گرم گرم چائے۔۔۔
ندیم چار پائی پر لیٹ گیا اور آسمان کیطرف خاموشی سے دیکھنے لگا۔۔
کیوں ندیم جگر کیا ہوا؟
علی نے آنکھ مارتے ہوئے کہا ابھی قیامت جو نہیں آئی اس لئے۔۔۔
اوہ اس لئے۔۔۔
ندیم بولا ارے نہیں یاروں میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ آسمان کس قدر وسیع ہے۔اور گہرا نیلا ہے بالکل سمندر کیطرح نیلا اور شفاف۔۔۔
یہ کائنات ایک اسرار ہے اور میں اس اسرار کے جاننے کا متمنی ہوں۔
اور میرے خیال میں میرے پاس اس اسرار کو جاننے کے ذرائع ہیں۔۔
کیا کیا جلدی بتاو۔۔شاھد بیتابی سے بولا۔۔
میرے خیال میں انشائیہ یا شاعری ہے یا تنقید ہے۔یہ ذرائع ہیں اسکے لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں شاعری کے ذریعے کائنات کے ان اسراروں میں سفر کروں اور کھوج لگاوں۔
بس چپ، چپ منہ بند۔
یار علی اب یہ اپنی غزل سنائے گا اور میں سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔
ندیم یک دم بیٹھ گیا اور بولا۔دیکھو میرے دوستوں سمندر سے موتی نکالنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے نا۔سمندر سے موتی نکالنے کا کام بہت

ندیم یک دم بیٹھ گیا اور بولا۔ دیکھو میرے دوستوں سمندر سے موتی نکالنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے نا۔ سمندر سے موتی نکالنے کا کام بہت دشوار ہوتا ہے مگر یہ کام بہت دلفریب ہے۔ اور یہ ایک خوبصورت عمل ہے۔

میں بھی کچھ ایسی ہی خاص باتیں کرید کرید کر نکالنا چاہتا ہوں۔

چاچا چھکن ہنسنے لگے۔۔۔قی قی قی قا قا قا۔۔

یہ اپنا ندیم مستقبل میں ادیب بنے گا لکھ لو میری بات۔۔۔

کیا کیا۔۔۔علی اور شاھد چاچا چھکن کی جانب حیرت سے دیکھنے لگے۔۔

پر میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ کائنات کے مقابلے میں جو ادیب ہے جیسے دو آئینے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ جیسے ہی جو آئینے ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں تو عکسوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔۔

اس انداز میں اگر ہم ادب کو کچھ دے سکے تو بڑی بات ہوگی۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھی کہ اچانک ندیم کی نظریں جیسے ٹھہر سی گئی۔۔

وہ دیکھو قیامت آ گئی شاھد۔۔

ارے کون؟

وہی قیامت ارے بدھو شبنم آ رہی ہے۔۔

شبنم نے گلابی رنگ کا ڈوپٹہ سر پے لیا ہوا تھا۔ اور زردے والا شوخ پیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔

شبنم نے ہلکا ہلکا میک اپ بھی کیا تھا۔ اسکے لب کسی تر و تازہ کشمیری سیب کیطرح سرخ نظر آ رہے۔

رسیلے رسیلے اور گیلے گیلے۔۔ چمکیلے۔۔۔

شبنم گاوں کے لوہار کی بیٹی تھی اور ہفتے میں ایک دو بار چاچا چھکن کے چائے کے ہوٹل پے آتی تھی۔۔

سلام چاچا چھکن اماں نے ساگ، مکھن اور گرم گرم روٹی بھیجی ہے یہ لیں اب میں جاتی ہوں۔۔

اور ایک مسکراہٹ گرم سی مسکراہٹ کیساتھ ندیم کو انتہائی اپنایت سے دیکھتے ہوئے چلی گئی۔۔۔

آہ۔۔۔آہ۔۔۔

بس ٹھنڈی آہیں لینا بند کرو ندیم۔۔شبنم باجی چلی گئی ہے۔۔۔

پتہ نہیں میں کالج میں کب داخلہ لونگا پھر مجھے نوکری ملی گی؟تو میں شبنم کے گھر اپنا رشتہ بھیجوں گا۔۔۔

فکر کیوں کرتا ہے جگر؟

یہ دو ہٹے کٹے دوست جو ہیں۔ہم تمھارا بھی داخلہ کروا دینگے اور اس علی کا بھی۔

اور تم خود۔۔

میں خود سوچوں گا کہ آگے پڑھوں یا نہیں۔۔۔

نا پترنا۔۔تم بھی ضرور داخلہ لو زندگی میں تعلیم ہی کام آتی ہے۔

اسلام علیکم۔۔۔۔چاچا چھوکے۔۔۔او میرا مطبل ہے چاچا چھلکڑ۔۔۔۔

دیکھ جنوری مجھے صبح صبح تنگ نا کیا کر۔صبح سے تو میرا نام لے نہیں سکتی۔۔

اللہ بخشے تمھاری ماں کو وہ تمھیں پیار سے چھکن کہتی تھی اور اب تو تم پورے گاوں میں چاچا چھکن کے نام سے بدنام ہو۔۔

خالہ جنوری اپنا کریم کلر افغانی برقعہ سمیٹے ہوئے بولی۔۔۔اب دیکھو مجھ جیسی حسین الڑ جوان پرکشس دوشیزہ بھی بڑھاپے کی دہلیز پر آ گئی ہے۔مگر اپنا چاچا چھکن اب بھی گبھرو جوان ہے۔۔

یہ سن کر چاچا چھکن کے لبوں پہ ہلکی سی مسکان آ گئی۔۔

بیٹھو جنوری کئی دنوں سے نظر نہیں آئی خیریت تو تھی؟

ارے لونڈوں تم لوگوں کو کوئی کام کاج نہیں جو اس غریب چھکن کے ہوٹل میں روز بیٹھ جاتے ہو؟

بتاو مجھے۔۔۔

سلام خالہ فروری۔۔۔

کیا کہا،کیا کہا بدتمیز۔۔۔

اوسوری خالہ جنوری۔آپکا نام ہی ایسا ہے بس منہ سے نکل گیا۔۔

جنوری نام تو اللہ بخشے میری دادی نے رکھا تھا۔

یقینا خالہ آپ جنوری میں پیدا ہوئی ہو گی۔۔۔

کیا کہا؟

کچھ نہیں جنوری خالہ۔۔۔

یہ لو گرم گرم چائے جنوری۔۔ چاچا چھکن ساتھ بسکٹ بھی لے آئے۔۔

شاھد ندیم کے کان میں چپکے سے کہتا ہے خالہ جنوری چاچے کی محبوبہ تھی جوانی میں۔۔۔

ارے نا کر۔۔۔

قسم سے میری دادی اپنی سہیلی ماسی رجو کو بتا رہی تھی اس دن۔۔۔

اچھا چپ چپ۔۔۔۔

ویسے خالہ جنوری اس وقت آپ آئی ہے تو ضرور کوئی خاص خبر دینے آئی ہوگی۔۔

کیا محلے میں کسی کی طلاق ہوگئی ہے؟ علی بولا

ارے نہیں یار وہ اپنی شبو ہے نا کل رات شکورے کیساتھ بھاگ گئی ہے وہ خبر۔۔

خالہ جنوری شڑ شڑ کر کے پرچ میں چائے ڈال کے مزے سے پی رہی تھی اور ساتھ ساتھ بسکٹ بھی ڈبو ڈبو کے کھا رہی تھی۔۔۔

ارے نہیں۔۔۔ نا طلاق ہوئی ہے نا شبو کی خبر۔۔۔

میں تو اس لئے آئی تھی کہ ٹھیک بارہ بجے ریڈیو پاکستان پے محمد رفیع کے گانوں کا پروگرام چلتا ہے اور آج تو خاص دلیپ کمار وہ اپنے پشاور کے یوسف خان کے گانوں کا نمبر ہے۔

خالہ جنوری کے چہرے پے شرم اور لجا سے گلابی رنگ آ گیا اور برقعہ میں منہ چھپا کے شرما کے بولی۔۔۔۔

ندیم تیزی سے بولا اچھا تو خالہ جنوری دلیپ کمار کی عاشق ہے۔

ویسے حد ہے یار میری نانی بھی اس دلیپ کمار سے پیار کرتی ہے۔۔۔

اچھا دوستوں میں جا رہا ہوں شاھد بولا۔۔۔

کہاں جا رہے ہو شاھد خالہ جنوری پوچھنے لگی؟

وہ خالہ جنوری میں قدیر چاچا کے قبر پر جا رہا ہوں کہ اسکو بتاوں کہ آپکی بیوی دلیپ کمار سے عشق کر رہی ہے۔۔

کس کی قبر پر؟

چاچا چھکن مسکراتے ہوئے بولے ارے پگلی قدیر قدیر تمھارے مرحوم شوہر کی قبر پر۔۔۔

شاھد ہنسنے لگا۔۔

قی قی قی۔قا قا قا

صبر کر کلموہے خالہ جنوری نے پیروں سے جوتی نکالی اور شاھد کیطرف اچھال دی۔۔۔

چاچا چھکن اپنے چائے کے ڈھائے میں گئے اور وہاں ایک پرانا ریڈیو تھا وہ آن کر دیا۔۔۔

یہ ریڈیو پاکستان کراچی ہے۔۔

حاضرین اب آتے ہیں پروگرام کیطرف۔۔

جنکا آپ سب کو تھا انتظار۔۔

تو آیئے سنتے ہے پروگرام سرسنگیت۔۔۔

اور محمد رفیع کا گانا لگ گیا۔۔

بہاروں پھول برساوں میرا محبوب آیا ہے۔۔

اور گانا سنتے ہی خالہ جنوری شرمانے لگی اور چپکے چپکے دل میں پرانے وقتوں میں چلی گئی۔۔

شاھد،ندیم اور علی بھی ناچنے لگے۔۔۔

چاچا چھکن آئے اور بولے جنوری بی بی اب تو خوش ہونا۔۔۔

جنوری خالہ شرمانے لگی۔۔۔

چاچا چھکن بولے ارے پگلی میرے وجود میں تو محبت کا ایک دریا موجزن رہتا ہے۔زندگی میں جس سے ملتا ہوں بانہیں پھیلا کر ملتا ہوں۔۔

اور یہ تو میرے بچے ہیں جو روز یہاں گپ شپ کرنے آتے ہیں۔۔۔اور میں بھی خوش ہو جاتا ہوں۔۔

جنوری خالہ میں چاچا قدیر کو بتاوں گا۔۔۔

شاھد تم باز نہیں آوگے۔۔۔

ندیم بھی اپنے خیالات میں گم تھا اور شبنم کا چہرہ اسکے نگاہوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔۔۔

میری شبنم میری بچپن کی محبت۔۔۔

میرے خوابوں کی راجکماری۔۔

تم کتنی سندر، شوشیل، من موہک اور چنچل ہو۔۔

میری پیاری۔۔میری شہزادی۔۔

عنوان چشتی نے کیا خوب کہا ہے۔۔۔

غلط یہ ہے کہ تو شبنم ہے یا شرارہ ہے

تیرا جمال محبت کا استعارہ ہے

شکن شکن ہی سہی، میری روح کی چادر

یہ تیرا شیش بدن بھی تو پارہ پارہ ہے

لو جی علی صاحب یہ اپنے شاعر صاحب تو گئے۔۔۔

چاچا چھکن بولے میں نے نہیں کہا تھا اپنا ندیم مستقبل میں بڑا شاعر اور ادیب بنے گا۔۔

اسی دوران ریڈیو بند ہو گیا۔۔

سب کا مزہ کرکرا ہو گیا۔۔۔

شاھد بولا چاچا ریڈیو ذرا مجھے دیکھانا میں چیک کرتا ہوں۔۔۔

ہاں ہاں چاچا دے دو تا کہ ریڈیو کا پرزہ پرزہ الگ ہو جائے۔۔۔کیا تم لوگ نہیں جانتے یہ کبھی تاروں کو، کبھی پرانے ٹی وی کو کبھی بجلی کے بورڈ کو کھولتا ہے۔۔۔

ہاں میں جانتا ہوں ندیم۔۔۔یہ کیڑا اس شاھد میں موجود ہے یہ الیکٹرک چیزوں میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔۔۔

ایک دن اس کو بجلی کا جھٹکا لگے گا اور اسکی یہ عادت خود بخود نکل جائے گی۔۔

ایسے مت بولو بچوں۔۔۔۔مجھے تو لگتا ہے

موچی شامو کا لونڈا انجینیر بنے گا انجینیر۔۔۔

انجینئر ہوتا ہے جنوری خالہ۔۔۔

ہاں ہاں وہی۔۔۔یہ شاھد وہی بنے گا کیونکہ اسکے لچھن یہی بتاتے ہیں۔۔۔

اور پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے ریڈیو پھر سے چلنے لگا۔۔۔اور شاھد کی واہ واہ ہوگئی۔۔۔۔

کیوں خالہ کیا بول رہی تھی۔۔

ارے تم بیٹھو نا ادھر۔۔شاھد میاں۔۔

میں اس دن اکبر کے گھر گئی تھی۔۔

اچھا اکبر لوہار چاچا کے گھر؟

ارے ہاں وہی وہی۔۔

اسکی بیوی مجھے کہہ رہی تھی کہ اپنی شبنم جوان ہوگئی ہے تو کوئی رشتہ دیکھو۔۔۔

تو پھر۔۔۔

تو پھر یہ کہ یہ شاعر ندیم کیسا رہے گا اپنی شبنم بٹیا کے لئے۔۔۔

ندیم نے جیسے یہ سنا تو کہا خالہ میری ابھی پڑھائی مکمل نہیں اور نوکری بھی نہیں۔۔۔

ارے فکر کاہے کی کرتا ہے۔۔۔

لگ جائے گی نوکری بھی۔۔۔

تم کل ہی شہر جاو اور کالج کا فارم لاو اور داخلہ لو۔۔۔باقی اللہ خیر۔۔۔

ندیم یہ سن کر خوش ہوگیا۔۔۔

اور شاھد غصے سے کھڑا ہوگیا۔۔۔

کیوں جنوری خالہ میں اور علی تمھارے آنکھوں میں چبھتے ہیں؟ یا ہمارا نام تھانے کے دیواروں پر لکھا ہوا ہے۔۔۔

ارے شاھد میاں تم کیوں ناراج ہوتے ہو۔۔۔

تمھارے لئے تو میں پلمبری اپسرا ڈھونڈ کے لاوگی۔۔

وہ کیوں خالہ۔۔۔

ارے میرے لال تم انجنیر جو ہو تو لڑکی کم از کم پلمبری تو ہو دونوں کی عادات بھی تو ملنی چاہئے نا۔۔۔اور تم ٹھہرے مکینک ٹائپ

وہ کیوں خالہ۔۔۔

ارے میرے لال تم انجنیر جو ہو تو لڑکی کم از کم پلمبری تو ہو دونوں کی عادات بھی تو ملنی چاہیئے نا۔۔۔اور تم ٹھہرے مکینک ٹائپ بندے۔۔۔

ہاں خالہ یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔۔۔

ٹھہر جا میں تمھارے لئے گرم گرم چائے الائچی والی لاتا ہوں۔۔۔

ندیم بولا شاھد۔۔۔۔

جنوری خالہ کے لئے پاپے بھی لانا۔۔۔

اس دروان چائے کے ڈھائے پے نازیہ آ گئی۔۔۔ارے نازیہ یہ تم ادھر ادھر کیا مٹر گشتی کر رہی ہو۔۔

کچھ شرم کرتے لاج حیا ہے یا نہیں؟

جوان لونڈوں کے سامنے لچک مٹک کے آ رہی ہو۔۔

ایک ہمارا زمانہ تھا کہ شادی کے بعد قدیر نے پورے ایک سال تک میرا یہ حسین مکڑا تک نہیں دیکھا میں شرم سے لحاظ سے پردہ کرتی تھی حالانکہ قدیر میرا سرتاج تھا۔۔۔

چاچا چھکن بولے۔۔۔بس بھی کرو جنوری بی بی رقیبوں کی باتیں مت کرو میرے دل پر چھریاں چلتی ہے چھریاں۔۔۔۔

علی اور ندیم دھیمی آواز میں ہنسنے لگے۔۔۔

قی قی قی۔۔۔ہی ہی ہی۔۔۔

ارے چپ کرو۔۔۔

وہ دیکھو میرا بچہ میرا لال چائے لے کے آ گیا۔۔

ہاں ہاں فروری خالہ یہ پاپے ڈبو ڈبو کے کھاو۔۔۔

بڑے مزے کے ہے۔۔

ریڈیو پر گانا چلنے لگا۔۔۔

مجھ سے پہلے سے محبت میری محبوب نا مانگ۔۔

بڑی معنی خیز آنکھوں سے خالہ نے چاچا چھکن کو دیکھا۔۔۔

اچھا میرے بچوں تو میں کہہ رہی تھی کہ تم تینوں ماشاءاللہ صوبے میں فرسٹ آئے ہو۔

یہ جو ندیم ہے اسکا جھکاو شاعری لکھنے لکھانے پر زیادہ ہے۔۔۔ ہر وقت قلم کاغذ اسکے ہاتھ میں ہوتا ہے کچھ نا کچھ لکھتا رہتا ہے۔۔۔

جی جنوری خالہ اپنا ندیم ناکام عاشق ہے۔۔

چپ گستاخ۔۔ چاچا چھکن نے ٹوکا۔۔

یہ مستقبل میں ایک بڑا شاعر مصنف اور ادیب بن سکتا ہے۔۔۔

اور جو یہ شامی موچی کا لڑکا جو ہے اسکی عادات بجلی کے تاروں اور مشینری وغیرہ میں ہے یہ اپنا شاھد بڑا کاریگر ایک دن ضرور بنے گا۔۔

اس لئے علی بیٹا تم کل صبح ہی گاوں سے نکل جاو اور کرایہ مجھ غریب بیوہ سے لے لینا آخر تم بھی میری اولاد کیطرح ہو۔۔۔

اپنا داخلہ کروالینا وقت پے۔۔۔

تاکہ آگے جاکر تم اپنے وطن پاکستان کی خدمت کرسکو۔۔۔ یہ وطن بڑی مشکل سے ہمیں ملا ہے میرے بچوں بڑی قربانیاں دی ہے ہمارے پرکھوں نے۔۔۔

مجھے لگتا ہے اپنا یہ علی صحافی بنے گا کیونکہ ہر گلی محلے کی یہ خبر رکھتا ہے۔۔۔

ہاں واقعی۔۔۔

فلاں کی طلاق ہوگئی۔۔

فلاں بھاگ گئی۔۔

کہی جلسہ منعقد ہوا۔ کہی جھگڑا ہوا ہر خبر اسکے پاس ہوتی ہے۔۔

خالہ اپنا علی سی سی ٹی وی کیمرہ ہے اپنے گاوں کا۔۔ ایک دم چکاس۔۔

یہ چکاس کیا ہوتا ہے بھلا؟

کچھ نہیں کچھ نہیں۔۔۔ خالہ۔۔

جنوری بی بی اگرچہ ہم پسماندہ علاقے سے تعلق رکھتے ہیں مگر رب سوہنڑے کا شکر ہے یہاں روایات اور اقدار کی پاسداری ہے۔۔

بھائی بھائی آپس میں محبت اور اتفاق سے رہتے ہیں۔۔ ہم سب کے بچے سب کے بچے ہیں۔ اور سب گاوں والے مشکل میں ایک

اور سب گاوں والے مشکل میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔۔۔۔

بالکل ٹھیک کہا چاچا چھکن آپ نے۔۔۔

تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔اور ہمارا سماج تب سدر ھے گا جب ہم خود سے شروع کرینگے پہلے۔۔

جب سماج کو ضرورت ہی نہ رھے کہ کوئی بڑا لیڈر، بڑا شاعر، بڑا ادیب، بڑا موسیقار، بڑا سائنسدان پیدا ھو تو پھر وہ سماج بانجھ کہلاتا ھے۔

جی جنوری بی بی میرا بھی یہی خیال ہے۔۔

ہمیں اپنے بچوں کو سمجھانا چاہیئے اور انکی رہنمائی کرنی چاہیئے۔۔۔

تا کہ ہمارے بچے پڑھ لکھ کر اپنے ملک کا نام روشن کریں اور دنیا میں ایسی ہی قومی ترقی کرتی ہے۔

چاچا چھکن بولے بالکل جنوری بی بی مگر ہمارے ملک میں ایک مسئلہ بیک وقت دو مکس کلچر کا بھی ہے۔ایک طبقہ انگریزی سکولوں میں جاتا ہے اور دوسرا ہمارے جیسے غریب لوگ جو اردو طبقے میں شمار ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر آج ہماری تعلیم اور نصاب ملک کے اداروں کی زبان اردو میں ہوتی تو یہ ملک امریکہ سے آگے نہیں تو برابر کھڑا ہوتا کیونکہ جن ملکوں کی تعلیم نصاب اور ملکی امور انکی اپنی مادری زبان میں ہیں آج وہ ممالک ترقی کی راہ پر گامزن ہیں دنیا کے اکثریتی ممالک میں یہی نظام رائج ہے۔ہماری سرکار کو چاہیئے کہ اسکا معاملے پر سنجیدگی سے غور کریں اور اسکا کوئی حل نکالیں۔۔

واقعی تم نے ٹھیک کہا چاچا چھکن جی۔۔

اور ہم تو ویسے بھی جوانی کے پرانے ساتھی ہے۔

بعض محبتیں امر ہوتی ہے لازوال ہوتی ہے۔کھوٹ اور ملاوٹ سے پاک ہوتی ہے جیسے آپکی محبت ان تین فلم سٹاروں شاھد، ندیم اور علی کے لئے ہے۔۔۔

ویسے ہمارے بچے کسی سے کم بھی نہیں جنوری تم بھی تو جوانی میں فلم سٹار محمد علی کی عاشق تھی۔اسکی تصویروں پر مجھے عید کارڈ بھجتی تھی بھول گئی۔۔۔

ارے چھپ کرو کچھ شرم حیا ہے کہ نہیں بچے سن لینگے۔۔۔

اور بچوں نے سن لیا۔۔۔۔

تینوں بلند آواز میں بولے اور ہسنے لگے۔۔۔

ختم شد۔